سوال

(08) مسلک اہل حدیث کے بارے میں چند سوالات کے جوابات

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مسلک اہل حدیث کے بارے میں چند سوالات کے جوابات

مسلک اہل حدیث کے بارے میں جناب عبدالخالق صاحب بے اے اہل اہل بی نے چند اہم سوالات شیخ محمد اسماعیلؒ صاحب سلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث کی خدمت میں ارسال کیے تھے۔ آپ نے اُن کے نہایت تشفی بخش جوابات دیے ہیں۔

سوالات

1۔ مسلک اہل حدیث کی بحیثیت فقہی مذاہب) تعریف کیا ہے۔ مختصر اور جامع الفاظ میں تحریر فرمایئے۔

2۔ مسلک اہل حدیث کی اصول فقہ کی کتاب کونسی ہے۔ کتاب کا نام اور مصنف کا نام تحریر فرمائیں۔

3۔ اہل حدیث کے اصول فقہ کونسے ہیں۔

4۔ مذہب اہل حدیث کے مجتہدین کونسے ہیں۔ جن کی فقہ اہل حدیث میں جامع تصانیف موجود ہیں۔

5۔ مذہب اہل حدیث میں مجتہدین کے لئے اقسام ہیں۔ اور ہر قسم کے لئے کونسے اوصاف ضروری اور لازمی ہیں۔

6۔ مسلک اہل حدیث میں مفتی کے لیے کیا شرائط ہیں۔ کیا مجتہد ہونا ضروری ہے۔؟

7۔ ہندوپاکستان میں ایسے کتنے علماء موجود ہیں۔ جن کو مسلک اہل حدیث کا مجتہد مانا جاتا ہو۔ نام اور مصنف کا نام تحریر فرمایئں۔

8۔ کیا مسلک اہل حدیث کی فقہ مدون اور مرتب صورت میں موجود ہے۔ اگر ہے تو اس فقہ کی تدوین کن حضرات نے کی اور کب ہوئی۔؟ فقہ اہل حدیث کی کوئی جامع کتاب موجود ہو۔ تو اس کا نام اور مصنف کا نام تحریر فرمایئں۔

9۔ کیا ایسی مرتب اور مدون فقہ اہل حدیث پر ہمیشہ عمل کرتے رہنا عامی کے لئے حنفی شافعی بنے رہنے کے مترادف تو نہیں ہے۔؟ ایسے مقلد اور حنفی شافعی میں کیا فرق ہے۔؟

10۔ مسلک اہل حدیث کی اگر فقہ مرتب ومدون نہیں ہے۔ تو علماء اہل حدیث اجتہادی مسائل میں جن کی تعداد لاکھوں تک پہنچ سکتی ہے۔ کیسے فتویٰ دیتے ہیں۔ کیا وہ خود اجتہاد کر کے فتویٰ دیتے ہیں۔ یا کسی امام فقہ کے قول واجتہاد پر فتویٰ دیتے ہیں۔ اگر دوسری صورت ہے تو کیا یہ اُس امام فقہ کی تقلید کروانی نہیں ہے اگر پہلی صورت ہے تو کیا ایسا کرنے سے امت میں وہ نظم اور یکجہتی قائم رہ سکتی ہے جو ایک مسلک متعین کی اتباع میں نصیب ہوتی ہے۔ کیونکہ مختلف علماء اہل حدیث کا ذاتی اجتہاد باہم دیگر مختلف ہو سکتا ہے۔ کیا ایسا کرنے

سے اختلاف اور تفرقہ بڑھ تو نہیں جائے گا۔

11۔ایک اہل حدیث عالم دین کے ذاتی اجتہاد اور امام ابو حنیفہ امام شافعی وغیرہم کو مدون اور مرتب فقہ میں سے کون سی چیز عمل کرنے کے لئے افضل ہے۔اگر عامی اجتہادی مسائل میں ان آئمہ میں سے کسی ایک امام فقہ کی اتباع کرتا ہے۔تو کیا ایسا آدمی عامل بالحدیث نہیں ہے۔خصوصاً جب کہ وہ اپنے امام کے خلاف قرآن وحدیث مسائل کو چھوڑ دینے کے لئے بھی تیار ہو۔

نوٹ

کتاب معیار الحق مصنف سید نزیر حسین محدث دہلوی میں مندرجہ تقلید کے چار اقسام نظر میں رکھیں۔

12۔کیا علماء اہل حدیث ہر فقہی مسائل کے لئے قرآن مجید یا حدیث شریف میں سے نص صریح پیش کرتے ہیں۔جیس کہ ابن حزم ظاہری کا معمول بتایا جاتا ہے۔نیز اہل حدیث اور ظاہریوں کے مسلک میں کیا فرق ہے۔

13۔اگر مذکورہ بالا سوال کا جواب اثبات میں ہے۔تو براہ کرم ہر فقہی مسئلہ کے لئے صریح آیات وحدیث پیش کرنے کا اعلان فرمایئں۔تاکہ مخالفین کو اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہے۔

14۔اگر جواب نفی میں ہے۔تو پھر آپ کو فقہی مسائل کے بارے میں ایسا اجتہادی فتویٰ مخالفین کو پیش کرنا ہوگا جو آئمہ اربعہ میں سے کسی سے منقول نہ ہو۔نیز قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہو۔اور علماء اہل حدیث کا معنی یہ قول بھی ہو۔

اگر آپ مجتہدین کے کسی قول کو موافق قرآن وحدیث پاکر اس پر فتویٰ دیں گے۔تو پھر آپ کو اس قول کا ماخذ قران وحدیث سے ضرور پیش کرنا ہوگا۔ورنہ اس مسئلہ میں اسی امام کی اندھی تقلید ہوگی۔(بخلاف اتباع کے)جو کہ آپ کے نزدیک خود ان آئمہ مجتہدین کے قول (کہ دلیل کے بغیر ہمارے قول پر فتویٰ دینا حرام ہے وغیرہ) کے مطابق جائز ہیں۔والسلام

(عبد الخالق کندہ کوٹ)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

جوابات

محترم!السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ!مکتوب گرامی سے مسرت ہوئی کے آپ قانون کے ساتھ شغف کے باوجود مذہب سے لگاؤ رکھتے ہیں۔سوالات سے ظاہر ہے کہ ان فقہی اختلافات میں بھی آپ کا مطالعہ کا انداز مناظرانہ ہے۔آپ نے سوالات کی ترتیب میں قانون اور مناظرہ دونوں کو ملحوظ رکھا ہے۔نیز سوالات اس ذہن کی غمازی کرتے ہیں۔کہ اہل حدیث کو آپ ایک ایسا فرقہ سمجھتے ہیں۔جو آئمہ اجتہاد کی ضد ہے۔اور شاید ہر مسئلے میں ان سے الگ ہے۔آجکل دیوبند اور بریلی سے جس طرح جمود کی دعوت دی جارہی ہے۔اور

متاخرین شوافع بھی قریباً اسی انداز سے دعوت دیتے ہیں۔ اس سے تو اہل حدیث کا کلی اختلاف ہے۔ ہم اس جمود کو واقعی قطعاً پسند نہیں کرتے۔ بلکہ اس جمود کو اسلام کی دعوت کے بھی خلاف سمجھتے ہیں۔ ایک انصاف پسند طالب علم ان حضرات کی اس تعصب آمیز دعوت سے یہی نتیجہ کرے گا۔ جو جناب نے اخذ کیا ہے۔

لیکن حقیقت میں اہل حدیث کی دعوت عام اور جامع ہے۔ اس میں مذاہب اربعہ اور دیگر آئمہ اجتہاد کی فقہی مساعی بھی شامل ہیں۔ اس دعوت کا مقصد یہ ہے کہ ان مقدس مساعی کا تحقیقی جائزہ لیا جائے۔ اور انھیں کتاب اللہ اور سنت کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ اور ان اختلافات کی تطبیق اور ترجیح کے وقت آئمہ سلف کی روش کو سامنے رکھا جائے۔ مروجہ فقہوں سے اہل حدیث کو جزوی طور پر یقیناً اختلاف ہے۔ لیکن آئمہ اجتہاد کے علوم و آثار سے تحقیقی استفادہ تحریک کا اساسی مقصد ہے۔ یعنی فقہی جزیئات کا ترک یا اختیار علم و بصیرت کی بنا پر عمل میں آئے۔ اس کے باوجود ان مختلف نظریات کو گوارا کرنا اور آئمہ کے علوم کا احترام اور ان سے استفادہ اس تحریک کی روح ہے۔ اس بنیادی اور اجمالی گزارش کے بعد استفسارات کے جواب ملاحظہ فرمایئں۔

1۔ مسلک اہل حدیث کی ایسی دعوت ہے۔ جس کی بنیاد اصول اور فروع یعنی عقائد اور اعمال میں ظاہر کتاب و سنت اور آئمہ سلف یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کی روش پر ہے۔ جس میں آنحضرت ﷺ کے بعد کسی شخصیت کے نام پر دعوت کی بنیاد نہیں رکھی گئی۔

2۔ اصول فقہ میں۔

روضۃ الناظر ابن قدامہ الرسالہ للامام الشافعی ارشاد الفحول شوکانی حصول المامول للصدیق الحسن احکام الاحکام ابن حزم احکام للاموي التوضیح والتلویح تفتازانی کشف الاسرار شرح اصول بزودي الاحکام فی اصول الاحکام لعزبن عبد السلام القواعد لابن رجب القواعد والفوائد الاصولیہ لعلی بن عباس البعلی 803 القواعد النورانیہ لابن تیمیہ موافقات شاطبی وغیرہ

احناف کی کتابوں میں اصول کی حیثیت سے بیان ہوئے ہیں۔ جیسے مسلم الثبوت وغیرہ۔

متاخرین حنفیہ ملا جیون شاشی وغیرہ کی تصانیف محققانہ نہیں کاتب چلپی حنفی نے کشف الظنون میں فرمایا۔ سب سے پہلے اصول فقہ پر معتزلہ اور اہل حدیث نے لکھا۔ لیکن ان کی کتابوں پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔ اس لئے معتزلہ عقائد میں ہمارے مخالف ہیں۔ اور اہل حدیث فروع میں۔

اصول فقہ میں اختلاف خاص نوعیت کا ہے۔ فن کے ماہر اس سے غلطی نہیں کھا سکتے۔ اس کے علاوہ بھی اہل حدیث نے اصول فقہ میں کافی ذخیرہ جمع فرمایا ہے۔ ہر حق پسند آدمی کو اس میں دقت محسوس ہوتی ہے۔ اس لیے کہ امام صاحب اور امام یوسف کے تلامذہ عام طور پر اعتزال کا شکار ہوگئے۔ قاضی عیسیٰ بن ابان بشر مریسی۔ سرخسی۔ کرخی۔ کم و بیش معتزلہ سے متاثر ہیں۔ جو لوگ اعتزال سے متاثر نہیں۔ ان کی روش اصول میں چنداں غلط نہیں۔ اس موضوع میں تفصیلاً لکھنا وقت چاہتا ہے۔ نیز یہ مسئلہ تدریسی ہے اخباری نہیں۔

2۔3۔ سے اس کا جواب کافی حد تک سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کا مقصد پہلے جواب میں آچکا ہے۔

4۔ مجتہدین میں کوئی بٹوارہ نہیں۔ مذاہب اربعہ کے مجتہدین اہل حدیث کے بھی امام اور مجتہد ہیں۔ آئمہ حدیث بخاری مسلم۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ ابن خذیمہ۔ ابن جریر طبری۔ ابو عبد الرحمٰن۔ اوزاعی۔ ابو یوسف محمد۔ یہ سب اہل حدیث کے مجتہد ہیں۔ البتہ حق کسی میں محصور نہیں۔ نہ کسی کو مقام نبوت ملا ہے۔ نہ مقام عصمت حاصل ہے۔ عظیم و سیع علم کے باجود غلطی ممکن بھی ہے۔ اور واقعہ بھی اس لئے کسی کے تمام اجتہادات واجب القبول نہیں ہو سکتے۔ اور نہ واجب الاتباع۔

5۔ مجتہدین کی تقسیم کوئی شرعی مسئلہ نہیں۔ فوق كل ذي عليم کے مطابق اصطلاحی الفاظ وضع کر لیے گئے ہیں۔ تقلید کی حفاظت کے لئے یہ اغلال سلاسل بنائے گئے ہیں۔ تاکہ ان کے محققانہ اختلافات کو ترک تقلید کا نام دیا جا سکے۔ ورنہ یہ سب اساتذہ اور تلامذہ دلائل کی بناء پر باہم اختلاف فرماتے تھے۔ اور ایک دوسرے کی تقلید سے بے نیاز تھے۔

6۔ مفتی کے لئے ضروری ہے۔ وہ کم از کم آیات احکام۔۔۔ اور احادیث احکام کو جانتا ہو۔ مذاہب علماء پر اس کی نظر ہو۔ عربیت سے آشنا ہو۔ اصول فقہ اصول حدیث پر اسکی فی

الجملہ نظر اوراس کے ساتھ باعمل اور متقی ہو اجتہاد ضروری نہیں۔

7۔ مجتہدین کی مردم شماری نہ پہلے کبھی ہوئی نہ اب اس کی ضرورت علمی فیوض وتدریس وتذکیر سے خود بخود مقام متعین ہوجاتا ہے۔ مسلمہ مجتہدین کو ان کی زندگی میں ان کے اقران بڑے نہیں سمجھتے تھے۔ جس قدر مقام اب ان کو حاصل ہے۔ اہل حدیث علماء کا بھی یہی حال ہے۔ مولانا سید نزیر حسین۔ مولانا شمس الحق۔ مولانا شرف الحق ڈیونوی۔ مولانا حافظ عبد اللہ غازی پوری مولانا عبد العزیز رحیم آبادی۔ مولانا حافظ محمد لکھنوی۔ مولانا حافظ عبد المنان صاحب وزیر آبادی۔ مولانا عبد الجبار صاحب غزنوی کو شاید آنے والے لوگ امام سمجھیں۔ اور مجتہد ماننے لگیں میں اس معاملہ میں قطعاً مردم شماری یا مجتہد شماری کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

الاناء یترشح وتفوح بمافیہ

آپ قانون کے طالب علم ہیں۔ مجتہد شماری سے پہلے اس اصطلاح کے مفہوم پر غور فرمایئں۔ مجتہد کو اصطلاحاً جن علوم کا مکلف قرار دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے تو صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین میں کوئی مجتہد معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ تابعین میں سے بھی کسی کو مجتہد کہنا مشکل ہے۔ حتیٰ کہ مسلمہ آئمہ اجتہاد ان مصطلح راہوں سے مقام اجتہاد پر فائز نہیں ہوئے۔ عجیب یہ ہے کہ یہ اصطلاحی پابندیاں آئمہ اجتہاد پر وہ حضرات عائد فرمارہے ہیں۔ جو خود مجتہد نہیں۔ آپ ﷺ نے سچ فرمایا!

ان من اشراط الساعۃ ان تلد الامۃ ربہا

ارباب تقلید آئمہ اجتہاد کےلئے اجتہاد کی راہیں تجویز فرماتے ہیں۔ پھر یکم محرم سن 401 ہجری سے اجتہاد کو کلیتاً بند فرماتے ہیں۔ حالانکہ علوم اجتہاد اب بھی موجود ہیں۔ رسالہ حمیدیہ صفحہ 328

ولکن من عصر اربعمائۃ من الہجرۃ النبویۃ علی صاحبہا ازکی الصلوٰۃ والسلام قال العلماء الاعلام کما ینقل عن علماء الحنفیۃ ان باب الاجتہاد قد انسد من ذالک التاریخ

علماء حنفیہ نے فرمایا کہ چوتھی صدی کے ختم ہوتے ہی اجتہاد کا دروازہ مقفل ہوگیا۔ ہم جب مجتہد کی تقلید ہی پسند نہیں کرتے۔ ہم مجتہد شماری کی سر دردی کیوں اختیار کریں۔ ہمیں قرون خیر کا ایک غریب مسلمان تصور فرمایئے۔ جو اپنے وقت کے علماء سے بلا تعین شخص مسائل دریافت کرتا ہے۔ اور اپنے فہم اور بساط کے مطابق ان پر عمل کرتا ہے۔ وہ تقلید کو واجب سمجھے نہ مجتہد کی تلاش میں نکلے۔

8۔ مروجہ مذاہب کی فقہ ہماری ہیں۔ ہم بلا تخصیص وقت کے تقاضوں اور اپنے فہم کے مطابق قرآن وسنت کی رہنمائی میں ان پر عمل کرتے ہیں۔ انسے مسائل انتخاب کرتے ہیں۔ ایک فقہ کا تعین اصل مرض ہے۔ جس نے تقلید کی بندشوں کو مظبوط کیا اور فکر و نظر فہم و شعور کے دروازوں کو مقفل کیا۔ زاد المعاد۔ نیل الاوطار۔ فتح الربانی۔ وغیرہ کی کتابیں اسی فقہی نہج پر لکھی گئی ہیں۔ لیکن تقلید نہ ہونے کی وجہ سے وہ مروجہ فقہوں کا مقام حاصل نہیں کر سکیں۔ نہ ہی حاصل ہونا چاہیے۔ علماء کو اپنے علم کے مطابق تحقیق کرنا چاہیے۔ عوام کو بلا تخصیص علماء کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ جس طرح قرون خیر میں لوگ کرتے تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ تذکرہ اس طرح فرمایا ہے۔

وبعد لقرنین حدث فیہم شئ من التخریج غیر ان اہل المائۃ الرابعۃ لم یکونوا مجتمعین علی التقلید علی مذہب الفقہ لہوالحکایۃ لقولہ کما یظہر من التبع بل کان فیہم العلماء والعامۃ وکان من خبر العامۃ انہم کانوفی المسائل الاجماعیۃ اللتی لا اختلاف فیہا بین المسلمین او جمہور المجتہدین لا یقلدون الا صاحب الشرع و کانوا یتعلمون صفۃ الوضوء والغسل والصلوات والزکواۃ من اباءہم و معلمہم فیمشون حسب ذالک واذا وقعت لہم واقعۃ استفتوا فیہا اي مضت وجدوا من غیر تعیین مذہب وکان من خبر الخاصۃ انہ کان اہل الحدیث منہم یشتغلون بالحدیث یتخلص الیہم من احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم واثار الصحابۃ مالایحتاجون معہ الی شئ اخرالخ (حجۃ البالغہ ج 1 ص 122)

دوسری صدی کے بعد تخریج کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا لیکن چوتھی صدی تک لوگ تقلید پر جمع نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی ایک مذہب کی تقلید اور اس پر تفقہ کا خیال اور چرچا ہوا تھا اسوقت علماء بھی تھے او عوام بھی عوام کا یہ حال تھا کہ اتفاقی مسائل اپنے بزرگوں اور اپنے شہر کے علماء سے دریافت کرتے اور صرف آپ ﷺ کا اتباع فرماتے۔ جیسے وضو نماز زکواۃ کے

متفقہ مسائل اور جب کوئی خاص حادثہ ہوجاتا ہے۔ تو بلا تعین کسی مفتی سے دریافت فرمالیتے خواص کا یہ حال تھا۔ یعنی وہ اہل حدیث کو حدیث میں غور وفکر کے بعد ایسی احادیث اور آثار انکو مل جاتے۔ جس کی وجہ سے کسی دوسری چیز کی انہیں ضرورت ہی نہ رہتی۔ یہ صحیح اسلام کی صورت ہی محسوس نہیں ہوتی موجودہ فقہوں پر بلا تعین عمل کیا جائے۔ لوگوں کوایک مذہب کی پابندی پر خوامخواہ میں تنگ نہ کیا جائے۔ تو مسلک اہل حدیث کا مقصد حاصل ہوجاتا ہے۔ اسی نہج پر حافظ ابن قیمؒ سن 751 کا ارشاد ملاحظہ فرمایئں۔

فانا نعلم بالضرورة انہلمیکن فیعصر الصحابۃ رجل واحد اتخذ رجلا منہم یقلد فی جمیع اقوالہ فلمیسقط منہا شیئا واسقط اقوال غیرہ فلم یاخذ منہا شیئا وتعلم بالضرورۃ ان ہذالم یکن فی التابعین ولا تابعی التابعین فلکذبنا المقلدن برجل واحد سلک لسبیلہم الوجیۃ فی القران الفضیلۃ علی لسانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما حدث ہذہ البدعۃ فی القران الرابع علی لسانہ صلی اللہ علیہ وسلم ص222

ہم یقین جانتے ہیں کہ ایک آدمی بھی اس وقت اس طرح کا مقلد نہیں تھا۔ جو ایک ہی شخص کے تمام مسائل کو قبول کرے۔ اور باقی علماء کے فتوؤں کو رد کردے۔ اور ہمیں یقیناً معلوم ہے کہ تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ کا بھی یہی حال تھا۔ ایک ایسے آدمی کا پتہ دے۔ کہ حضرات مقلدین ہماری تکذیب کریں۔ جو اسی ناہموار راہ پر چل رہا ہو۔ یہ بدعت چوتھی صدی کی پیداوار ہے۔ جس کی آپ ﷺ نے مذمت فرمائی ہے۔

ان گزارشات سے آپ پوری طرح سوچ لیں۔ کہ مجتہدین کی تقسیم اصول فقہ کی تقسیم کا تصور کہاں سے پیدا ہوا۔ یہ صرف تار عنکبوت کا ایک حصار ہے۔ جو تقلید شخصی کی کمزور عمارت کو بچانے کےلئے بنایا گیا۔ جس سے آپ جیسا قانون کا طالب بھی متاثر ہونے سے نہیں بچ سکا۔ مجھے تعجب ہے کہ آپ کا ذہن اس سوال کی طرف منتقل کیونکر ہوا۔

9۔ اس کا جواب تقریباً 8 میں ہوچکا ہے۔ واقعی اگر ان مخصوص فقہوں کی طرح فقہ اہل حدیث کی پابندی واجب قرار دی جاتی تو یہ بھی تقلید ہی ہوتی۔

10۔ میں نے عرض کیا ہے کہ سابقہ سارے فقہ قابل عمل ہیں۔ ظروف واحوال کے لحاظ سے اہل علم ان سب پر بلا تخصیص عمل کریں گے۔ فرعی اختلافات کو گوارا کرنے کی عادت ڈالیں گے۔ اس سے قرون خیر کی وحدت قائم ہوگی۔ نزع تقلید کی پیداوار ہے۔ جس کی وجہ سے تنگ نظری ہم پر محیط ہوچکی ہے۔ بیماری کا نام صحت سمجھ لیا گیا ہے۔ آپ اس جامد اختلاف کا نام یکجہتی فرماتے ہیں۔ عجیب ہے۔

جب چاروں مذاہب حق پر ہیں۔ اور دنیا میں موجود ہیں۔ تو یک جہتی جناب نے کہاں سے سمجھی۔ بلکہ چار جہتی کو تو سمجھ کر گوارا کیا گیا۔ اگر اس میں مسلک اہل حدیث کو بھی اس طرح گوارا کرلیا جائے۔ تو یہ مصطلح یک جہتی بھی قائم رہے گی۔ زرا اس میں وسعت ہوجائے گی۔ کاش کے حضرات علماء کرام اس کو گوارا کریں۔ پہلی بیماری مروج تقلید ہے۔ دوسری بیماری نہ گوارا کرنے کی عادت غرض اس وجوب اور پابندی کو آپ ختم کردیں۔ ساری دقتیں دور ہوجایئں گی۔ بعض نظریاتی دقتیں عمل سے خود بخود درست ہوچکا ہے۔ بلکہ اس صدی کے سفر میں بہت کچھ درست ہوچکا ہے۔ اختلاف رائے کو گوارا فرمایئے۔ تفرقہ خود بہ خود ختم ہو جائے گا۔ اختلاف ہر تفرقہ میں لطف تفسیری تھیں۔ بلکہ فقہی اختلاف رہنا چاہیے۔ اور تفرقہ کےلئے کوئی گنجائش نہیں۔

11۔ اجتہاد کسی عالم کا ہو اسے کتاب وسنت پرپش کرنا چاہیے۔ اگر کتاب وسنت میں صراحت موجود نہ ہو عام کو کسی کے اجتہاد کا پابند نہ کیجئے۔ جس پر حسب مصالح حل کرے۔ اس پر کوئی ملامت اور ضیق نہ ہونی چاہیے۔

بحر حال علماء کی طرف رجوع کریں گے۔ انہیں عادت ڈالنی ہے کہ مشہور مجتہدین یا متعارف فقہوں کی بجائے شریعت کتاب وسنت کے نام سے مسائل دریافت کریں۔ اور علماء اپنی صوابدید کے مطابق جواب دیں۔ اگر مقلد قرآن وسنت کے خلاف مسائل چھوڑنے پر آمادہ ہوجائے تو یہ تقلید جہل برداشت اور مناسب ترین صورت ہے۔ میاں صاحب۔ حافظ ابن قیم نے اسے گوارا فرمایا ہے۔ تجربہ کی بناء پر ضروری استفتا مخصوص فقہوں کی بجائے شریعت کی بنا پر کرنی چاہیے۔ میاں صاحب نے معیار کے اس مقام میں یہ شرع فرمادی تھی۔

12۔ ابن حزم قیاس کے بالکل منکر ہیں۔ اہل حدیث کو مانتے ہیں۔ نظائر کے حکم میں مساوات کو مانتے ہیں۔ لیکن اگر قیاس کہیں قرآن وسنت کے متصادم ہو تو اہل حدیث نصوص کو

مقدم سمجھتے ہیں۔ مدۃ رضاع کے نزدیک 2 سال چھ ماہ اور خمر کا سرکہ بنانا نصوص کے خلاف ہے۔ اس میں نصوص مقدم ہوں گی۔

13۔ اسکا جواب نمبر 12 میں آچکا ہے۔ قیاس نصوص تابع ہو تو قابل قبول ہے اس لئے ہر پیش آمدہ مسئلہ کا تعلق کسی نئے اعلان کی ضرورت نہیں۔

14۔ سابقہ گزارشات کے بعد یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ فرضی شقیں جناب کی قانون دانی کی مرہون ہیں۔ کوشش تو یہی ہے کہ آئمہ کرام کے جو اقوال اختیار کیے۔ حضرت آئمہ کے ارشاد کے مطابق ان کے نظر ہو۔ اس کے باوجود قصور نظر کا اعتراف ہے غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے ماخذ نہ ملے تو کوئی اور راہ اختیار کرنا پڑے۔

من ذالذي ما جاء قط ومن لہا الحسنی فقط

قلت فرصت کے باوجود انتہائی اختصار سے بھی جوابی گزارشات آپ کے حسب الحکم الاعتصام میں بھیج رہا ہوں۔ اُمید ہے بعد ملاحظہ اپنی رائے سے مطلع فرمائیں گے۔ یہ ملحوظ رہے کہ مناظرانہ انداز سے ان مباحث کو طول نہیں دینا چاہتا۔ نہ ہی اتنی فرصت ہے۔ ورنہ آپ جانتے ہیں۔ ان مباحث میں کوئی بھی چیز حرف آخر نہیں سمجھی جا سکتی۔ اور مزید در مزید بسط اسی طرح ہو سکتا ہے۔ اعلام الموقعین مترجم مل جائے تو ملاحظہ فرمالیں۔ اگر عربی زبان پر عبور ہو تو اعلام ابن عبد البر کی کتاب جامع بیان العلم وفضلہ احکام ابن حزم وغیرہ کتب ملاحظہ فرمائیں۔ والسلام۔ (محمد اسماعیل گوجرانوالہ)

(اخبار الاعتصام 3 جون 1973ء)

ھٰذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

[فتاویٰ علمائے حدیث]()

جلد 12 ص 112-120

محدث فتویٰ